تفسیر مظہری کی روشنی میں مسئلہ لعان وایلاء کا ایک تحقیقی جائزہ

A Research Review of The Issue of Lia'an and Eila in The Light of Tafsir Mazhari

[1]پری گل ترین [2]ڈاکٹر طاہرہ فردوس

ABSTRACT:
In this article, in the light of Tafsir-e-Mazhari, two such issues have been examined jurisprudentially which are completely hidden from the eyes of the people so that the Muslim Ummah may be aware of it. The following verses are mentioned in the Holy Qur'an under the heading of Lia'an and the Qur'an. These verses are presented later. Along with the form of Lia'an and the status of witnesses and oaths of Lia'an, the jurisprudential rulings of Lia'an are also mentioned. Then there is the second hidden issue of Eila. Here, first of all, after the lexical and terminological research of Eila, the jurisprudential rulings of Eila are explained along with the background of Eila. Finally, his rulings on the Expiation of the oath of allegiance are stated.
Keywords: Lia'an, Eila, Tafsir-e-Mazhari, jurisprudence, Islamic Law.

شریعت اسلام کے کچھ مسائل ایسے ہیں جو پردہ خفاء میں ہیں، خواص امت اور مقتداءان ملت کے علاوہ دیگر امت اس سے بالکل نابلد اور ناآشنا ہیں، امت کے مقتدر حلقہ کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ لوگ ایسے مسائل کو عوام وخواص کے سامنے رکھے تاکہ ان مسائل کا علم عام ہو جائے اور اس لاعلمی کی وجہ سے امت کا جو نقصان ہوا ہے وہ اور زیادہ نہ ہو، مناسب یہ ہے کہ ان مسائل کو مسجد کے منبر سے لیکر جامعات کے شعبہ نشرواشاعت تک اور دیگر لیٹریچر میں خوب پرچار کیا جائے تاکہ امت جس لاعلمی کے قیامت کے دن عذر کریگی اس سے آشنا ہو۔ انہی پوشیدہ اور پردہ خفا میں چھپے ہوئے مسائل میں سے دو اہم مسائل جو ہمارے اس آرٹیکل کے جزء ہیں مسئلہ لعان اور مسئلہ ایلاء ہیں، سب سے پہلے ان دونوں مسائل کا تعارف اس کے بعد ان دونوں کی فقہی احکام بیان کئے جائینگے۔

لعان:

جس طرح عام مسلمان پاکدامن عورت اور مرد پر جھوٹی تہمت لگ سکتی ہے اسی طرح میاں بیوی کے درمیان تنازع پیدا ہو جانے کی شکل میں ان سے ایک دوسرے پر تہمت لگانے کا عمل سرزد ہو سکتا ہے، میاں بیوی کے تعلقات کو صحیح خطوط پر استوار رکھنے اور انہیں غلط فہمیوں سے بچانے کے لیے یہ قانون جاری کیا گیا ہے کہ اگر کوئی آدمی اپنی بیوی پر بدکاری کی تہمت لگاتا ہے اور اپنے سوا چار گواہ ثابت نہیں کرتا تو اسے چار مرتبہ "اللہ" کی قسم اٹھا کر شہادت دینا ہو گی کہ میں سچے لوگوں میں شامل ہوں یعنی میں سچا ہوں۔ پانچویں دفعہ اسے اس طرح قسم اٹھانا ہو گی کہ اگر میں جھوٹ بول رہا ہوں تو مجھ پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو۔ اگر عورت اپنے آپ کو تہمت سے بری الذّمہ قرار دیتی ہے تو اسے چار مرتبہ اللہ تعالیٰ کی قسم اٹھا کر یہ گواہی دینا ہو گی کہ اس کا خاوند جھوٹ بولتا ہے اور پانچویں مرتبہ عورت اس طرح قسم دے گی کہ اگر اس کا خاوند

[1] Ph.D Scholar, Department of Islamic Studies, University of Balochista, Quetta, Pakistan
[2] Assistant Professor in Islamic Studies, University of Balochista, Quetta, Pakistan

سچ بولتا ہے تو مجھ پر "اللہ" کا غضب نازل ہونا چاہیے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ اس نے مسلمان معاشرے کو بے راہ روی سے بچانے کے لیے یہ سزائیں مقرر کیں اور میاں بیوی کے تعلق کو غلط فہمیوں سے بچانے کے لیے ٹھوس اور واضح طریقہ کار بتلایا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی توبہ قبول کرنے والا ہے اور اس کے ہر ارشاد اور حکم میں حکمتیں پنہاں ہوتی ہیں، ذیل میں لعان کی لغوی اور اصطلاحی تعریف بیان کرنے کے بعد اس کے کچھ ضروری احکام بیان کئے جائنگے۔

لعان کا لغوی معنی:

لعان لغت میں لعنت سے بنا ہوا ہے اور لعنت کے معنی دوری اور محرومی کے ہیں، جیسا کہ المصباح المنیر میں ہے:

لَعَنَهُ لَعْنًا مِنْ بَابِ نَفَعَ طَرَدَهُ وَأَبْعَدَهُ أَوْ سَبَّهُ[1]

ترجمہ: لعن باب نفع سے ہے جس کا معنی ہے مردود ہونا، دور ہونا اور گالی دینا۔

لعان کا اصطلاحی معنی:

لعان محض ایک فقہی اصطلاح ہے، جس کو سمجھنے کے لئے فقہی کتب کی ورق دانی کرنی ہوگی، علماء نے لکھا ہے کہ لعان سے مراد ایسی چار شہادتیں جو قسم سے مؤکد ہوں، شوہر نے اپنی شہادت کے ساتھ اپنے اوپر لعنت بھیجی ہو اور عورت نے اپنے اوپر غضب الٰہی کی دعاء کی ہو، علامہ شامیؒ لکھتے ہیں کہ:

وشرعا: (شهادات) أربعة كشهود الزنا (مؤكدات بالايمان مقرونة شهادته) باللعن وشهادتها بالغضب[2]

ترجمہ: شرعا لعان سے مراد ہے زنا کے گواہوں کی طرح چار شہادات ہیں جو کہ قسم کے ساتھ موکد ہوتے ہیں اور گواہی کے ساتھ ہوتے ہیں، مرد کی گواہی میں لعنت ہوتی ہے اور عورت کی گواہی میں لفظ غضب کا استعمال ہوتا ہے۔

مگر یہ تعریف فقہ حنفی کے مطابق ہے، اس کے برعکس امام شافعیؒ اس میں تھوڑا تغیر و تبدل لاتے ہیں جیسا تفسیر مظہری میں قاضی ثناء اللہؒ لکھتے ہیں:

وقال الشافعي قاله تعالى فَشَهَادَةُ أَحَدِهِمْ أَرْبَعُ شَهَادَاتٍ بِاللَّهِ إِنَّهُ لَمِنَ الصَّادِقِينَ يدل على انها ايمان وليس بشهادات لان كلمة بالله محكم في اليمين وكلمة الشهادة يحتمل اليمين الا ترى انه لو قال اشهد ينوى اليمين كان يمينا فحملنا المحتمل على المحكم وحمل الشهادة على الحقيقة۔[3]

ترجمہ: فشهادة احدهم اربع شهادات بالله انه لمن الصدقين ۔ امام شافعی (رح) نے اس آیت سے اپنے مسلک پر استدلال کیا ہے اس آیت میں شہادت سے مراد قسمیں ہیں۔ گواہیاں مراد نہیں ہیں کیونکہ لفظ شہادت میں دونوں معنی کا احتمال تھا گواہی اور قسم لیکن لفظ باللہ سے قسم کا معنی محکم ہو گیا، لفظ اشہد کہہ کر اگر کوئی قسم مراد لے تو قسم ہو جائے گی معلوم ہوا کہ شہادات کا لفظ بول کر قسمیں مراد لینے کا احتمال تھا لفظ باللہ نے اس معنی کو متعین کر دیا۔

امام شافعیؒ کا نظریہ ہے کہ شریعت میں اپنی ذات کے لئے خود شہادت دینا قابل قبول نہیں ہاں اپنے لئے قسم کھا سکتا ہے اور اس کی

بھی شریعت میں کوئی نظیر نہیں کہ ایک مقام پر (ایک وقت میں) ایک ہی شخص بار بار شہادت ادا کرتا ہو ہاں قسم کی تکرار کی مثال موجود ہے جیسے قسامت میں ہوتا ہے 'اس کے علاوہ ایک بات یہ بھی ہے کہ شہادت کسی چیز کو ثابت کرنے کے لئے ہوتی اور قسم نفی کے لئے یہ بات ناقابل تصور ہے کہ حقیقت شہادت کا تعلق ایک ہی امر سے ہو لا محالہ ایک کی حقیقت اور دوسرے کے مجازی معنی پر عمل واجب ہوگا اور لفظ شہادت کا مجازی معنی (یعنی قسم) مراد ہوگا اور جب شہادت سے قسم مراد ہوگی تو لعان کے لئے شہادت کا اہل ہونا لازم نہ ہوگا، احناف کے نزدیک لعان کی تعریف امام شافعیؒ کے برعکس ہے جس طرح لعان کا معنی بیان کرتے ہوئے مشہور فقہ علامہ سمرقندیؒ رقمطراز ہے:

وهو شهادات مؤكدات بالإيمان عندنا وعند الشافعي أيمان مؤكدات بالشهادة[4]

ترجمہ: امام ابوحنیفہ کے نزدیک لعان گواہی کا نام ہے جو کہ قسموں کے ساتھ ان کو موکد کر دیا گیا ہو، جبکہ امام شافعی کے یہاں لعان ایسے قسموں کا نام ہیں جن کی شہادات (گواہی) سے تاکید کی گئی ہو۔

علامہ سمرقندی کے اس تعریف سے معلوم ہوا کہ امام صاحب کے مذہب میں لعان گواہی کا نام ہے اور اس میں جو قسمیں لی جاتی ہے ان کی حیثیت ثانوی ہے، جبکہ امام شافعی کے یہاں لعان کی حقیقت قسمیں ہیں گواہی اور شہادات کی حیثیت ثانوی ہے۔

امام شافعیؒ کے جواب میں احناف کہتے ہیں بے شک اپنے لئے خود شہادت دینے اور بار بار ایک مقام پر شہادت ادا کرنے کی شریعت میں کوئی نظیر نہیں ہے تو دوسرے کے لئے قسم کھانے کی مثال بھی تو کوئی نہیں ہے اور کسی حکم کو واجب کرنے کے لئے قسم کھانا بھی تو شریعت میں کہیں موجود نہیں ہے۔ قسم تو دفع حکم کے لئے ہوتی ہے نہ کہ ایجاب حکم کے لئے۔ پس جس کو موجود کرنے معدوم کرنے اور جیسا چاہے ویسا حکم دینے کا کامل اختیار و استحقاق ہے جب ایک محل میں دونوں امور کو ابتداً مشروع کرنا اس کے لئے جائز ہے تو اس کے لئے یہ بھی جائز ہے کہ ابتداً اس کو مشروع کر دے (اور اس کا ابتداً قانون بنا دے۔ نظیر تلاش کرنے کی ضرورت نہیں)۔ جب لعان ثابت ہوا اور ان دونوں کے درمیان تفریق ہوگئی تو اب یہ دونوں ہمیشہ کے لئے اکٹھے نہیں ہوسکتے جیسا قاضی ثناء اللہ صاحب فرماتے ہیں:

إذا لاعن الزوج وقعت الفرقة بينه وبين زوجته وحرمت عليه على التأبيد[5]

ترجمہ: جب میاں نے لعان کیا اور اس کی وجہ سے ان میں فرقت ہوگی تو یہ میاں بیوی پھر کبھی بھی جمع نہیں ہوسکتے۔

لعان کا پس منظر

لعان کے احکام سے پہلے ضروری ہے کہ لعان کا پس منظر بیان کیا جائے کہ لعان کب اور کیسے مشروع ہوا؟ تاکہ احکام سمجھنے میں ممد ثابت ہو جامع الترمذی کی روایت ہے:

عن ابن عباس أن هلال بن أمية قذف امرأته عند النبيﷺ بشريك بن السحماء فقال رسول اللهﷺ البينة وإلا حد في ظهرك قال فقال هلال يا رسول الله إذا رأى أحدنا رجلا على امرأته أيلتمس البينة؟فجعل رسول اللهﷺ يقول البينة وإلا فحد في ظهرك قال فقال هلال والذي بعثك بالحق إني لصادق ولينزلن في أمري ما يبرئ ظهري من الحد فنزل: والذين يرمون أزواجهم ولم يكن لهم شهداء إلا أنفسهم فقرأ حتى بلغ { والخامسة أن غضب الله عليها إن كان من الصادقين } قال فانصرف النبيﷺ فأرسل إليهما فجاءا فقام هلال بن أمية فشهد والنبيﷺ يقول إن الله يعلم أن أحدكما كاذب فهل منكما تائب ؟

ثم قامت فشهدت[6]

ترجمہ: ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ ہلال بن امیہ نے اپنی بیوی پر شریک بن سحماء کے ساتھ زنا کی تہمت لگائی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ یا تو گواہ پیش کرو یا پھر تم حد جاری کی جائے گی۔ ہلال نے عرض کیا کہ اگر کوئی شخص کسی کو اپنی بیوی کے ساتھ دیکھے تو کیا گواہ تلاش کرتا پھرے؟ لیکن آپ ﷺ یہی فرماتے رہے کہ گواہ لاؤ یا پھر تمہاری پیٹھ پر حد لگائی جائے گی۔ ہلال نے عرض کیا یا رسول اللہ! اس ذات کی قسم جس نے آپ ﷺ کو حق کے ساتھ مبعوث کیا میں یقیناً سچا ہوں اور میرے متعلق ایسی آیات نازل ہوں گی جو میری پیٹھ کو حد سے نجات دلائیں گی، چنانچہ یہ آیات نازل ہوئیں (وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ اَزْوَاجَهُمْ وَلَمْ يَكُنْ لَّهُمْ شُهَدَاءُ) (سورۃ النور: 6:24) اور جو لوگ اپنی بیویوں پر تہمت لگاتے ہیں اور ان کے لئے سوائے پنے اور کوئی گواہ نہیں تو ایسے شخص کی گواہی کی یہ صورت ہے کہ چار مرتبہ اللہ کی قسم کھا کر گواہی دے کہ بے شک وہ سچا ہے اور پانچویں مرتبہ کہے کہ اس پر اللہ کی لعنت ہو اگر وہ جھوٹا ہے تو۔ عورت کی سزا کو یہ بات دور کر دے گی کہ اللہ کو گواہ کر کے چار مرتبہ یہ کہے کہ بے شک وہ سراسر جھوٹا اور پانچویں مرتبہ کہے کہ بے شک اس پر اللہ کا غضب پڑے اگر وہ سچا ہے)۔ تو لوگوں نے کہا کہ یہ گواہی اللہ کے غضب کو لازم کر دے۔

یہ لعان کے واقعے کا پس منظر تھا جس کو جامع الترمذی میں ابن عباس کے حوالے سے پیش کیا اس سے معلوم ہوا کہ لعان حد زنا کی ایک متغیر شکل ہے یعنی اگر تہمت زنا میں جانبین سے میاں بیوی ہو تو اس صورت حد زنا کے بجائے لعان ہو گا۔

لعان کا پورا پس منظر اور پیش منظر سورہ النور سے وابستہ ہے، سورۃ النور کی روشنی میں لعان کے ضروری مسائل کا ذکر کیا جائیگا، اسی سورت کے جو آیات کریمہ یعنی 6 سے 9 تک لعان کی وضاحت کر رہی ہے وہ درج ذیل ہیں:

وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ اَزْوَاجَهُمْ وَلَمْ يَكُنْ لَّهُمْ شُهَدَاءُ اِلَّآ اَنْفُسُهُمْ فَشَهَادَةُ اَحَدِهِمْ اَرْبَعُ شَهٰدٰتٍ بِاللّٰهِ اِنَّهٗ لَمِنَ الصّٰدِقِيْنَ وَالْخَامِسَةُ اَنَّ لَعْنَتَ اللّٰهِ عَلَيْهِ اِنْ كَانَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ وَالْخَامِسَةَ اَنَّ غَضَبَ اللّٰهِ عَلَيْهَآ اِنْ كَانَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ۔[7]

ترجمہ: اور جو لوگ اپنی بیویوں پر تہمت لگائیں اور خود اپنے سوا ان کے پاس کوئی اور گواہ نہ ہوں تو ایسے کسی شخص کو جو گواہی دینی ہو گی وہ یہ ہے کہ وہ چار مرتبہ اللہ کی قسم کھا کر یہ بیان دے کہ وہ (بیوی پر لگائے ہوئے الزام میں) یقیناً سچا ہے، اور پانچویں مرتبہ یہ کہے کہ: اگر میں (اپنے الزام میں جھوٹا ہوں تو مجھ پر اللہ کی لعنت ہو، اور عورت سے (زنا کی) سزا دور کرنے کا راستہ یہ ہے کہ وہ چار مرتبہ اللہ کی قسم کھا کر یہ گواہی دے کہ اس کا شوہر (اس الزام میں) جھوٹا ہے، اور پانچویں مرتبہ یہ کہے کہ: اگر وہ سچا ہو تو مجھ پر اللہ کا غضب نازل ہو۔

جب ترمذی کی روایت کردہ واقعہ ہو گیا تو قرآن پاک نے لعان کی کیفیت کو ایک خاص انداز میں بیان فرمایا، جس طرح کہ ہم نے یہاں ملاحظہ کیا، اس کی اور تشریح آگے صورت لعان میں ملاحظہ کیا جا سکتا ہے۔

لعان کی صورت:

لعان کی حقیقت کو سمجھنے کے لئے ضروری ہے کہ اس کی صورت بھی بیان کی جائے، فقہاء نے اس صورت یوں بیان فرمائی ہے کہ جب شوہر اپنی بیوی پر بدکاری کا الزام عائد کرے، اسکی بیوی بھی حاضر ہو، اور شوہر چار بار قسم اٹھالے کہ وہ سچا ہے، اور اس پر اللہ کی لعنت پڑے

اگر وہ جھوٹ بول رہا ہو، اس کے بعد اس کی بیوی بھی چار بار قسم اٹھالے کہ وہ جھوٹا ہے، اور اس (بیوی) پر اللہ کا غضب نازل ہو اگر وہ سچا ہو، جیسا کہ سورۂ نور کی آیات -6 تا9- میں بیان کیا گیا ہے، اس صورتحال میں بیوی پر حد (زنا کی سزا) نہیں نافذ کی جائیگی، اور زوجین کے درمیان لعان کے بعد بغیر طلاق کے تفریق کرادی جائیگی، بدائع الصنائع میں بھی اسی طرح مرقوم ہے:

أَمَّا صُورَةُ اللِّعَانِ وَكَيْفِيَّتُهُ فَالْقَذْفُ لَا يَخْلُو إمَّا أَنْ يَكُونَ بِالزِّنَا أَوْ بِنَفْيِ الْوَلَدِ فَإِنْ كان بِالزِّنَا فَيَنْبَغِي لِلْقَاضِي أَنْ يُقِيمَهُمَا بين يَدَيْهِ مُتَمَاثِلَيْنِ فَيَأْمُرَ الزَّوْجَ أَوَّلًا أَنْ يقُولَ أَرْبَعَ مَرَّاتٍ أَشْهَدُ بِاَللَّهِ إنِّي لَمِنْ الصَّادِقِينَ فِيمَا رَمَيْتهَا بِهِ من الزِّنَا وَيقُولُ في الْخَامِسَةِ لَعْنَةُ اللَّهِ عليه إنْ كان من الْكَاذِبِينَ فِيمَا رَمَيْتُهَا بِهِ من الزِّنَا ثُمَّ يَأْمُرُ الْمَرْأَةَ أَنْ تَقُولَ أَرْبَعَ مَرَّاتٍ أَشْهَدُ بِاَللَّهِ إنَّهُ لَمِنْ الْكَاذِبِينَ فِيمَا رَمَانِي بِهِ من الزِّنَا وَتَقُولُ في الْخَامِسَةِ غَضَبُ اللَّهِ عليها إنْ كان من الصَّادِقِينَ فِيمَا رَمَانِي بِهِ من الزِّنَا هَكَذَا ذَكَرَ في ظَاهِرِ الرِّوَايَةِ[8]

ترجمہ: لعان کی صورت اور کیفیت یہ ہے کہ لعان یا تو زنا کی وجہ سے ہوگی یا بچے کی نفی کی صورت میں کہ یہ بچہ حرامی ہے، دونوں صورتوں میں قاضی میاں بیوی دونوں کو سامنے کھڑے کر کے سب سے پہلے شوہر کو حکم کرے کہ چار مرتبہ کہے کہ میں نے اپنی بیوی پر زنا کی جو تہمت لگائی ہے اس میں میں سچا ہوں اور پانچویں مرتبہ کہے اگر میں جھوٹا ہوں تو مجھ پر خدا کی لعنت ہو، پھر بیوی کو حکم دے کہ وہ چار مرتبہ کہے کہ میرے شوہر نے مجھ پر جو تہمت لگایا ہے وہ اس میں جھوٹا ہے، اور پانچویں مرتبہ کہے اگر میرا شوہر سچا ہو تو میرے اوپر اللہ کی غضب ہو، ظاہر الروایہ میں اسی طرح مذکور ہے۔

یعنی یہ حکم ان خاوندوں کیلئے ہے جو اپنی بیویوں کی نسبت ایسی بات کہہ دیں چھٹکارے کی صورت بیان فرمائی ہے کہ جب وہ گواہ پیش نہ کرسکیں تو لعان کرلیں، اس کی صورت یہ ہے کہ امام کے سامنے آکر وہ اپنا بیان دے جب شہادت نہ پیش کرسکے تو حاکم اسے چار گواہوں کے قائم مقام چار قسمیں دے گا اور یہ قسم کھا کر کہے گا کہ وہ سچا ہے جو بات کہتا ہے وہ حق ہے۔ پانچویں دفعہ کہے گا کہ اگر وہ جھوٹا ہو تو اس پر اللہ کی لعنت۔ اتنا کہتے ہی امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ وغیرہ کے نزدیک اس کی عورت اس سے بائن ہو جائے گی اور ہمیشہ کیلئے حرام ہو جائے گی۔ یہ مہر ادا کر دے گا اور اس عورت پر زنا ثابت ہو جائے گی۔ لیکن اگر وہ عورت بھی سامنے ملاعنہ کرے تو حد اس پر سے ہٹ جائے گی۔ یہ بھی چار مرتبہ حلفیہ بیان دے گی کہ اس کا خاوند جھوٹا ہے۔ اور پانچویں مرتبہ کہے گی کہ اگر وہ سچا ہو تو اس پر اللہ کا غضب نازل ہو۔

لعان کے گواہوں اور قسموں کی حیثیت:

یہاں ایک اہم بات یہ ہے کہ ان قسموں یا ان شہادات اور گواہی کی حیثیت کیا ہے، تحفۃ الفقہاء میں اس طرح مرقوم ہے:

ويكون قائما مقام حد القذف في جانب الرجل وقائما مقام حد الزنا في جانب المرأة۔[9]

ترجمہ: لعان (احناف کے نزدیک شہادات اور شوافع کے نزدیک قسموں) شوہر کی طرف سے تہمت کے حد کے قائم مقام ہے اور عورت کی طرف سے حد زنا کے قائم مقام ہے۔

لعان کے فقہی احکام:

لعان کے فقہی احکام جو فقہاء کرام نے اپنی کتب فقہ میں بیان فرمائیں ہیں وہ تو بہت ہیں مگر ضروری احکام و مسائل کو یہاں بطور اختصار

بیان کیا جاتا ہے تاکہ اس بحث کو مفید بنائے:

تفریق:

لعان ہونے کے بعد قاضی دونوں میں تفریق کردے گا اگر مستقبل میں کوئی ایک اپنے آپ کو جھوٹا کہے اور دوسرے کو صحیح تسلیم کرلیں اور دونوں ایک ساتھ زندگی گزارنا چاہیں تو از سر نو نکاح کرنا ہوگا اس لیے کہ یہ فرقت طلاق بائن کا حکم رکھتی ہے، چنانچہ حدیث ہے کہ:

عَنْ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَجُلًا لَاعَنَ امْرَأَتَهُ فِي زَمَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَانْتَفَى مِنْ وَلَدِهَا فَفَرَّقَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَهُمَا وَأَلْحَقَ الْوَلَدَ الْمَرْأَةِ[10]

ترجمہ: ایک آدمی نے نبی کریم ﷺ کے زمانے میں اپنی بیوی سے لعان کیا اور اس کے بچے کو اس سے جدا کردیا اور آپ ﷺ نے ان دونوں کے درمیان تفریق کردیا اور بچے کو ماں کے ملحق کردیا۔

بچے کی نسب کا انکار

اگر شوہر نے بچہ کا انکار کیا تو لعان میں اس کی صراحت کرنا ہوگا اور لعان کے بعد جب قاضی تفریق کریگا تو بچہ کے نسب کے سلسلہ میں بھی شوہر کی جانب سے نفی کردے۔

أَنَّهُ لَا بُدَّ أَنْ يَقُولَ الْقَاضِي: فَرَّقْت بَيْنَكُمَا، وَقَطَعْت نَسَبَ هَذَا الْوَلَدِ مِنْهُ حَتَّى، وَلَوْ لَمْ يَقُلْ ذَلِكَ لَا يَنْتَفِي النَّسَبُ عَنْهُ[11]

ترجمہ: لعان میں ضروری ہے کہ قاضی کہے کہ میں نے تم دونوں کے درمیان جدائی کرادی ہے، اور اس بچے کا نسب اس مرد سے ہوگا اگر اسکی صریح نفی نہیں کی تو نسب کا انکار والد سے ثابت نہیں ہوگا۔

لعان سے انکار:

مرد اگر لعان سے انکار کریگا تو قاضی اسے قید کردے گا یہاں تک کہ وہ لعان کرلے یا پھر اپنے آپ کو جھوٹا کہدے اس صورت میں اس پر تہمت کی حد لگائی جائے گی، جیسا کہ سورۃ النور میں اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ ثُمَّ لَمْ يَاْتُوْا بِاَرْبَعَةِ شُهَدَاۗءَ فَاجْلِدُوْهُمْ ثَمٰنِيْنَ جَلْدَةً وَّلَا تَــقْبَلُوْا لَهُمْ شَهَادَةً اَبَدًا وَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ[12]

ترجمہ: اور جو لوگ پاک دامن عورتوں پر تہمت لگائیں، پھر چار گواہ لے کر نہ آئیں، تو ان کو اسی کوڑے لگاؤ اور ان کی گواہی کبھی قبول نہ کرو، اور وہ خود فاسق ہیں۔

قاضی ثناء اللہ صاحب تفسیر مظہری میں لکھتے ہیں کہ:

إذا قذف الرجل امرأته بالزنى او بنفي الولد وهما من اهل اللعان على ما ذكرنا من الخلاف وطالبته بموجب القذف وجب عليه اللعان فان امتنع منه حبسه الحاكم[13]

ترجمہ: جب میاں نے بیوی پر زنی کا تہمت لگایایا بچے کی نفی کی اور وہ دونوں اہل لعان میں سے ہوں اور پھر عورت لعان کا مطالبہ کرے تو اس پر لعان واجب ہے اگر وہ رک جائے تو حاکم اسے قید کریگا۔

علامہ مرغینانی صاحب ہدایہ فرماتے ہیں کہ:

فإن امتنع منه حبسه الحاكم حتى يلاعن أو يكذب نفسه[14]

ترجمہ: اگر مرد لعان سے رک جائے تو قاضی اسے قید کریگا یہاں تک کہ لعان کرے یا اپنے آپ کو جھوٹا ثابت کرے۔

اسی طرح اگر عورت لعان کرنے سے انکار کردے تو قاضی اسے قید کردیگا حتی کہ وہ یا تو لعان کرلے یا شوہر کے الزام کی تصدیق کرلے اس صورت میں اس پر زنا کی حد اس وقت جاری ہوگی جبکہ وہ چار بار اس بات کا اقرار کرلے کہ مجھ سے زنا کا صدور ہوا ہے، صاحب الہدایہ فرماتے ہیں:

فإن امتنعت حبسها الحاكم حتى تلاعن أو تصدقه۔[15]

ترجمہ: اگر عورت لعان سے رک جائے تو قاضی اسے قید کریگا پھر یا تو لعان کرے یا اپنے میاں کی تصدیق کرے۔

ملاعنہ کا نفقہ:

لعان کے بعد جب قاضی دونوں میں تفریق کردے تو عدت کا نان ونفقہ اور سکنی (کھانے، لباس، اور رہائش کے انتظام) کی عورت مستحق ہوگی، فتاوی ہندیہ میں ہے:

الْفُرْقَةُ الْوَاقِعَةُ فِي اللِّعَانِ فُرْقَةٌ بِتَطْلِيقَةٍ بَائِنَةٍ فَيَزُولُ مِلْكُ النِّكَاحِ ولها النفقة[16]

ترجمہ: لعان سے جو فرقت ہوگی یہ طلاق بائن کے حکم میں ہے اس سے نکاح تو ختم ہو جاتی ہے مگر نفقہ لازم ہوگا۔

لعان کے دیگر فقہی احکام بیان کرتے ہوئے بدائع الصنائع میں اس طرح مرقوم ہے:

أَمَّا بَيَانُ حُكْمِ اللِّعَانِ---فَنَقُولُ اخْتَلَفَ الْعُلَمَاءُ فيه قال أَصْحَابُنَا الثَّلَاثَةُ هو وُجُوبُ التَّفْرِيقِ ما دَامَا على حَالِ اللِّعَانِ لَا وُقُوعِ الْفُرْقَةِ بِنَفْسِ اللِّعَانِ من غَيْرِ تَفْرِيقِ الْحَاكِمِ حتى يَجُوزَ طَلَاقُ الزَّوْجِ وَظِهَارُهُ وَإِيلَاؤُهُ وَيَجْرِي التَّوَارُثُ بَيْنَهُمَا قبل التَّفْرِيقِ۔[17]

ترجمہ: جہاں تک بات ہے پہلے یعنی لعان کا حکم اصلی تو اس حوالے سے ہمارے ائمہ ثلاثہ فرماتے ہیں کہ جب تک یہ دونوں لعان پر قائم ہے ان کے درمیان تفریق واجب ہے، مگر یہ تفریق محض لعان سے نہیں ہوگا بلکہ حاکم اور قاضی کے تفریق سے ہی ان کے درمیان تفریق قائم ہوگی، یہاں تک کہ حاکم کے تفریق کے بغیر وہ طلاق دینا چاہیئے یا ظہار وایلاء کرنا چاہیئے تو یہ کرسکتے ہیں، اور تفریق سے پہلے ان دونوں کے درمیان وراثت بھی جاری ہوگی۔

یہاں ایک مسئلہ میاں بیوی کے درمیان لعان کے بعد فرقت کا بیان کیا گیا کہ ان کے درمیان قاضی خود کرائیگا جبکہ امام زفرؒ فرماتے ہیں کہ قاضی کی فرقت کی ضرورت نہیں ہے بلکہ خود بخود فرقت ہو جائیگی، جیسا کہ علامہ کاسانیؒ لکھتے ہیں کہ:

وقال زُفَرُ وَالشَّافِعِيُّ هو وُقُوعُ الْفُرْقَةِ بِنَفْسِ اللِّعَانِ إلَّا أَنَّ عِنْدَ زُفَرَ لَا تَقَعُ الْفُرْقَةُ ما لم يَلْتَعِنَا وَعِنْدَ الشَّافِعِيِّ تَقَعُ

الْفُرْقَةُ بِلِعَانِ الزَّوْجِ قبل أَنْ تَلْتَعِنَ الْمَرْأَةُ[18]

ترجمہ: امام زفر اور امام شافعی کے یہاں محض لعان سے فرقت واقع ہو گی البتہ امام زفر کے یہاں جب تک لعان نہ ہوا ہو اس وقت تک فرقت نہیں ہو گی جب تک وہ با قاعدہ لعان نہ کرے۔ جبکہ امام شافعی فرماتے ہیں کہ شوہر کے لعان سے ہی بیوی کے لعان سے پہلے پہلے فرقت واقع ہو گی۔

یہ ایک اہم حکم ہے جس کو صاحب بدائع نے ائمہ متبعین کے حوالے سے بہت ہی اچھوتے انداز میں بیان فرمایا، حضرت مولانا احمد رضا خان بریلوی لعان کے احکام بیان فرماتے ہوئے لکھتے ہیں:

"لعان کے بعد قاضی کے تفریق کرنے سے فرقت واقع ہو گی بغیر اس کے نہیں اور یہ تفریق طلاق بائنہ ہو گی اور اگر مرد اہل شہادت میں سے نہ ہو مثلاً غلام ہو یا کافر ہو یا اس پر قذف کی حد لگ چکی ہو تو لِعان نہ ہو گا اور تہمت لگانے سے مرد پر حدِ قذف لگائی جائے گی اور اگر مرد اہل شہادت میں سے ہو اور عورت میں یہ اہلیت نہ ہو اس طرح کہ وہ باندی ہو یا کافرہ ہو یا اس پر قذف کی حد لگ چکی ہو یا بچی ہو یا مجنونہ ہو یا زانیہ ہو اس صورت میں نہ مرد پر حد ہو گی اور نہ لِعان۔"[19]

بیوی لعان میں شوہر کی تصدیق کرے:

یہ اوپر جو مسائل واحکام بیان ہوئے یہ تب ہیں جب میاں بیوی اپنی بات پر ٹھہرے رہے اور ایک دوسرے کو جھٹلاتے رہے اگر بیوی نے میاں کی تصدیق کر لی تو پھر نہ لعان ہو ہو گا اور نہ ہی حد ہو گا چنانچہ تفسیر مظہری میں قاضی صاحب لکھتے ہیں:

ولو صدقت المرأة الزوج في نفي الولد فلاحد ولا لعان[20]

ترجمہ: اگر بیوی نے لعان کے حوالے سے میاں کی تصدیق کی تو نہ لعان ہو گا اور نہ ہی حد ہو گا۔

یہ لعان کی روداد تھی جو ہم نے یہاں تفسیر مظہری کے حوالے سے نقل کر دی، افسوس یہ کہ امت محمدیہ کی شریعت میں لعان ان احکام ومسائل میں سے ہیں جو بالکل پردہ خفا میں ہے علماء پر لازم ہے کہ یہ اور اس جیسے دیگر مسائل کی پرچار کرے تا کہ امت اس لاعلمی سے نکل کر علم سے ہوشیار ہو جائے۔

مسئلہ ایلاء:

ایلاء بھی امت مسلمہ اور امت مرحومہ کے ان مسائل میں سے ہیں جو پردہ خفا میں ہے علماء پر لازم ہے کہ ان مسائل کی پرچار کرے تا کہ امت اس سے آگاہ ہو، فقہاء کرام نے ایلاء کا تعارف کراتے ہوئے لکھا ہے کہ لعان ییہ ہے کہ کوئی شخص اپنی بیوی سے مطلق طور پر یا ہمیشہ کے لیے یا چار مہینہ اور اس سے زیادہ مدت کے لیے صحبت نہ کرنے کی قسم کھالے، اسی طرح بیوی سے صحبت کرنے کی صورت میں کوئی ایسی چیز اپنے اوپر لازم کرلے جس کی ادائیگی ایک گونہ دشوار اور مشکل ہو مثلاً یہ کہے کہ اگر میں تجھ سے صحبت کرلوں تو مجھ پر حج یا روزہ وغیرہ واجب ہو جائے تو بھی ایلاء ہی شمار ہو گا۔

ایلاء کی لغوی تحقیق: تمام فقہاء کرام اور لغت کے ائمہ نے ایلاء کی لغوی معنی قسم کا لکھا ہے جیسا کہ تفسیر مظہری میں ہے کہ:

والالیۃ الیمین وتعدیتہ بعلی لکن لما ضمن معنی البعد عدی بمن[21]

ترجمہ: الالیۃ کا معنی ہے قسم یہ علی کے ذریعے متعدی ہوتا ہے البتہ جب بعد کے معنی کو متضمن ہو تو من کے ذریعے متعدی ہوتا ہے۔

اسی طرح المبسوط میں علامہ سرخسیؒ لکھتے ہیں کہ:

الْإِيلَاءُ فِي اللُّغَةِ هُوَ الْيَمِينُ[22]

ترجمہ: ایلاء لغت میں قسم کو کہتے ہیں۔

چونکہ فقہاء کرام میں جو ایلاء مشہور ہے وہ بھی قسم پر ہی مشتمل ہوتا ہے اس لئے اسے ایلاء کہا جاتا ہے۔

ایلاء کی اصطلاحی تحقیق:

ایلاء کا لغوی معنی بیان کرتے ہوئے مشہور عرب عالم وھبہ الزحیلی الفقہ الاسلامی وادلتہ میں لکھتے ہیں:

والإيلاء شرعاً: الحلف ـ بالله تعالى أو بصفة من صفاته أو بنذر أو تعليق طلاق ـ على ترك قربان زوجته مدة مخصوصة[23]

ترجمہ: ایلاء کا شرعی معنی ہے کہ اللہ کی ذات اس کی کسی صفت کا قسم لینا، یا نذر ماننا یا طلاق کو مخصوص مدت کے لئے اپنی بیوی کے قریب نہ جانے پر معلق کرنا ہے۔

ایلاء کا تعاف کرانے کے بعد یہاں باب کے متعلق کچھ مختصر اوراہم احکام اور مسائل کا تذکرہ کیا جائیگا تاکہ اس بحث کی تکمیل میں ممد ثابت ہو۔

ایلاء کا پس منظر:

عربوں میں یہ ظالمانہ طریقہ رائج تھا کہ وہ یہ قسم کھا بیٹھتے تھے کہ اپنی بیوی کے پاس نہیں جائیں گے، نتیجہ یہ کہ بیوی غیر معین مدت تک لٹکی رہتی تھی، نہ اسے بیوی جیسے حقوق ملتے تھے اور نہ وہ کہیں اور شادی کر سکتی تھی، ایسی قسم کو ایلاء کہا جاتا ہے، قاضی ثناء اللہ صاحب نے تفسیر مظہری میں اس کی روداد یوں بیان فرمائی ہے:

کان ذلك ضرارا من اهل الجاهلية كان الرجل لا يحب امرأته ولا يريد ان يتزوجها غيره فيحلف ان لا يقربها ابدا فيتركها۔[24]

ترجمہ: یہ تکلیف دہ عمل جاہلیت کے لوگوں کا تھا کہ جب کوئی مرد اپنی بیوی کو ناپسند کرتے تھے اور یہ بھی نہیں چاہتے تھے کہ وہ کسی اور سے نکاح کرے تو وہ قسم کھاتے تھے کہ میں کبھی بھی اس کے قریب نہیں جاونگا اس طرح وہ اسے چھوڑ جاتے تھے۔

اسلام نے یہ قانون بنادیا کہ جو شخص ایلاء کرے وہ یا تو چار مہینے کے اندر اندر اپنی قسم توڑ کر کفارہ ادا کرے اور اپنی بیوی سے معمول کے ازدواجی تعلقات بحال کرلے، ورنہ چار مہینے تک اگر اس نے اپنی قسم نہ توڑی تو بیوی اس کے نکاح سے نکل جائے گی، ارشاد خداوندی ہے:

لِلَّذِيْنَ يُؤْلُوْنَ مِنْ نِّسَآئِهِمْ تَرَبُّصُ اَرْبَعَةِ اَشْهُرٍ فَاِنْ فَآءُوْ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ۔[25]

ترجمہ: جو لوگ اپنی بیویوں سے ایلاء کرتے ہیں (یعنی ان کے پاس نہ جانے کی قسم کھالیتے ہیں) ان کے لیے چار مہینے کی مہلت ہے چنانچہ اگر وہ (قسم توڑ کر) رجوع کرلیں تو بیشک اللہ بہت بخشنے والا، بڑا مہربان ہے۔

مذکورہ آیت کی تفسیر بیان کرتے ہوئے قاضی صاحب تفسیر مظہری میں لکھتے ہے کہ:

لِلَّذِيْنَ يُؤْلُوْنَ مِنْ نسائهم ای یحلفون ان لا یجامعوهن۔[26]

ترجمہ: لِلَّذِينَ يُؤلُونَ مِن نِسَائِهِم کا معنی ہے کہ وہ اپنی عورتوں سے جماع نہ کرنے کی قسم اٹھائے۔

اس آیت کا مطلب یہی ہے کہ وہ چار مہینے قسم توڑے بغیر گزار دیں تو نکاح خود بخود ختم ہو جائے گا، عرب جاہلی کے اس شعار میں شریعت اسلامی نے جو اصلاحیں کیں، ان میں سے یہ کہ: عرب جاہلی ایلاء کر لینے کے بعد، جو ایک طرح کی طلاق ہی تھی، بیوی کے نان ونفقہ اور ہر قسم کے ادائے حقوق سے دستبردار ہو جاتے تھے۔ اسلام نے اس کی ایک اصلاح یہ کی کہ اس کو خلع نکاح یا فسخ نکاح کا مرادف نہیں، بلکہ اس کی صرف تمہید قرار دے کر غور وفکر کے لیے ایک مدت مقرر کردی، اور پھر اس مدت کی میعاد چار مہینے کی رکھی، جو اس کے لیے بالکل کافی ہے کہ سارے پہلوؤں پر ٹھنڈے دل سے غور کر لیا جائے، غور فکر کے بعد اب اگر رجوع کرلیں اپنے قصد ترک تعلق سے، اور رشتہ نکاح کو برقرار رکھیں، تو ایسی قسم توڑنے کا گناہ ایک خفیف سے کفارہ کے بعد معاف کردے گا، آئندہ کے لئے حکم ہے کہ شوہر جواب از سر نو ادائے حقوق پر متوجہ ہو گیا ہے، اس پر وہ رحمت سے نظر کرے گا۔

ایلاء کا حکم

ایلاء کا حکم یہ ہے کہ اگر وہ شخص اس عورت سے چار ماہ تک صحبت نہ کرے تو چار مارہ بعد خود بخود طلاق بائن پڑ جائے گی اور اگر چار ماہ کے اندر صحبت کرلے تو قسم کا کفارہ دینا پڑیگا، علامہ کاسانی لکھتے ہیں:

أَمَّا أَصْلُ الْحُكْمِ فَهُوَ وُقُوعُ الطَّلَاقِ بَعْدَ مُضِيِّ الْمُدَّةِ۔[27]

ترجمہ: مدت ایلاء کے گزرنے کے بعد طلاق واقع ہو جاتی ہے۔

ایلاء کے قسم کا کفارہ

ایلاء کے قسم کے کفارے کے بارے میں کچھ علماء کرام اور خاص کر حسن بصریؒ کا مذہب ہے کہ کوئی کفارہ نہیں کیونکہ آیت ایلاء میں اللہ تعالی نے مغفرت کا وعدہ کیا ہے مگر جمہور علماء کرام کا قول ہے کہ نہیں کفارہ واجب ہے قاضی ثناء اللہ صاحب نے تفسیر مظہری میں جمہور کی ترجمانی اس طرح فرمائی ہے: قال الحسن وابراهيم وقتادة إذا فاء المولى لا كفارة عليه لان الله تعالى وعد المغفرة والرحمة وعند الجمهور يجب عليه الكفارة[28]

ترجمہ: حسن، قتادہ اور ابراہیم کا قول ہے جب انہوں نے ایلاء ختم کردیا اور واپس ہو گیا تو اس پر کوئی کفارہ نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالی نے یہاں مغفرت اور رحمت کا وعدہ فرمایا ہے جبکہ جمہور کا قول ہے کہ کفارہ واجب ہو گا۔

جمہور کے مطابق ایلاء کے قسم کا کفارہ ایک دن میں دس مسکینوں کو کھانا کھلانا، یا کپڑے پہنانا یا غلام آزاد کرنا ہے اگر یہ نہ ہو سکے تو تین دن روزہ رکھنا ہے، یہ حکم نص قطعی یعنی قرآن کریم سے ثابت ہے جیسا کہ فرمان باری تعالی ہے:

فَكَفَّارَتُهُ إِطْعَامُ عَشَرَةِ مَسَاكِينَ مِنْ أَوْسَطِ مَا تُطْعِمُونَ أَهْلِيكُمْ أَوْ كِسْوَتُهُمْ أَوْ تَحْرِيرُ رَقَبَةٍ فَمَنْ لَمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ ذَلِكَ كَفَّارَةُ أَيْمَانِكُمْ إِذَا حَلَفْتُمْ[29]

ترجمہ: اس کا کفارہ یہ ہے کہ دس مسکینوں کو وہ اوسط درجے کا کھانا کھلاؤ جو تم اپنے گھر والوں کو کھلایا کرتے ہو، یا ان کو کپڑے دو، یا ایک غلام آزاد کرو۔ ہاں اگر کسی کے پاس (ان چیزوں میں سے) کچھ نہ ہو تو وہ تین دن روزے رکھے۔ یہ تمہاری قسموں کا کفارہ ہے جب تم نے کوئی قسم کھالی ہو (اور اسے توڑ دیا ہو)۔

فقہاء نے اس کفارہ کی تفصیل اس طرح لکھا ہے کہ "اطعام"۔ یہ کھانا دونوں وقتوں کا ہو گا، یہ کھانا چاہے دس شخصوں کو ایک دن کھلا دیا جائے یا ایک ہی شخص کو دس دن تک کھلایا جاتا رہے، (آیت) "کسوتھم"۔ کپڑا ایسا ہو کہ جسم کے اکثر حصہ کے لئے کافی ہو۔ (آیت) "تحریر رقبۃ"۔ لفظی معنی گردن آزاد کرانے کے ہیں، مراد غلام یا بندی کا آزاد کرنا ہے، کفارہ کی یہ تین صورتیں جو یہاں ارشاد ہوئیں ان کی ترتیب ذکر سے یہ لازم نہیں آتا کہ ان پر عمل بھی نمبروار اسی ترتیب سے ہو، بلکہ اختیار ہے کہ ماحول کا لحاظ کر کے جو کفارہ بہتر ہو وہ ہی دیا جائے جیسا کہ مدارک میں ہے:

ومعنی او التخییر وایجاب احدی الکفارات الثلاث[30]

ترجمہ: یہاں پر لفظ "او" کا معنی تخیر کے لئے ہے، یعنی ان تین میں سے جو چاہئے وہی کفارہ ادا کرے۔

بلکہ فقہاء مالکیہ نے تو تصریح کر دی ہے کہ ضرورت کا اعتبار کیا جائے، جیسا کہ ابن العربی فرماتے ہیں:

وَعِنْدِي أَنَّهَا تَكُونُ بِحَسَبِ الْحَالِ؛ فَإِنْ عَلِمْت مُحْتَاجًا فَالْإِطْعَامُ أَفْضَلُ لِأَنَّك إذَا أَعْتَقْت لَمْ تَرْفَعْ حَاجَتَهُمْ وَزِدْت مُحْتَاجًا[31]

ترجمہ: میرے نزدیک تو یہ سب کچھ حالت کے اعتبار سے ہو گا، اگر آپ سمجھو کہ کہ محتاجی زیادہ ہے تو کھانا کھلانا بہتر ہے کیونکہ اگر آپ کسی کو آزاد کرو گے تو اس سے تو محتاجی ختم نہیں ہو گی۔

جہاں تک بات ہے ایلاء میں روزے کا تو یہ تین روزے متواتر ہونے چاہئیں یہ رعایتی کفارہ معاً ٹوٹ جائے گا جونہی کہ عدم مقدرت کا عذر ختم ہو گیا۔ چنانچہ فقہاء نے لکھا ہے کہ کسی نے یہ کفارہ کے روزے شروع کئے اور دو روزے ہو بھی چکے تھے کہ اسے طعام یا لباس کی مقدرت حاصل ہو گئی تو اب تیسرا روزہ رکھنے کے بجائے اسے اصل کفارہ ہی دینا چاہیے۔

حوالہ جات

[1] حموی، احمدبن محمد، المصباح المنیر فی غریب الشرح الکبیر، بیروت، المکتبۃ العلمیۃ، ج8، ص281

[2] شامی ابن عابدین، محمدامین، ردالمحتار، کراچی، ایچ ایم سعیدکمپنی، ج3، ص530

[3]پانی پتی، قاضی ثناء اللہ، تفسیر مظہری، کوئٹہ، مکتبہ رشیدیہ، س ن، ج6، ص458

[4]علاء الدین السمرقندي ،تحفة الفقهاء، دار الكتب العلمية، بيروت:1405–1984، ج2، ص217

[5]پانی پتی، قاضی ثناء اللہ، تفسیر مظہری ، ج6، ص458

[6]ترمذی، ابوعیسی محمدبن عیسی، جامع الترمذی، باب ومن سورہ النور، 3179، قدیمی کتب خانہ، کراچی: ج2، ص151

[7]سورہ النور:24: 6۔9

[8]علاء الدين، أبو بكر بن مسعود، بدائع الصنائع، ج2، ص237

[9]ایضا: ج2، ص217

[10]بخاري، كِتَابُ الفَرَائِضِ ،بَاب مِيرَاثِ الْمُلَاعَنَةِ، حدیث نمبر6251 ، بیروت، دار الطوق النجاة، 1422، ج8، ص153

[11]السرخسی، محمد بن أحمد، المبسوط، بيروت، دار المعرفة ،1414هـ 1993م، ج7، ص59

[12]سورہ النور: 24: 4

[13]پانی پتی، قاضی ثناء اللہ، تفسیر مظہری ، ج6، ص460

[14]مرغینانی ، علی بن ابی بکر، الھدایہ، کوئٹہ، مکتبہ رشیدیہ، س ن، ج2، ص270

[15]ایضا

[16]نظام الدين وجماعت علماء، فتاوي هندية ،کوئٹہ، مکتبہ رشیدیہ، س ن، ج11، ص89

[17]علاء الدين، أبو بكر بن مسعود، بدائع الصنائع ، ج5، ص456

[18]ایضا

[19]بریلوی، احمدرضاخان ،کنزالایمان، قدرت اللہ کمپنی، لاہور، س ن، ص454

[20]پانی پتی، قاضی ثناء اللہ، تفسیر مظہری ، ج6، ص462

[21]ایضا: ج1، ص291

[22]محمد بن أحمد، المبسوط، بيروت، دار المعرفة ،1414هـ 1993م، ج7، ص19

[23]الزهيلی، وَهْبَة بن مصطفى ،الفِقْهُ الإسلاميُّ وأدلَّتُهُ ،بیروت، دار الفکر، ج9، ص503

[24]پانی پتی، قاضی ثناء اللہ، تفسیر مظہری ، ج1، ص29

[25]سورہ البقرۃ2: 226

[26]پانی پتی، قاضی ثناء اللہ، تفسیر مظہری ، ج6، ص292

[27]علاء الدين، أبو بكر بن مسعود، بدائع الصنائع ، ج7، ص328

[28]پانی پتی، قاضی ثناء اللہ، تفسیر مظہری ج1، ص291

[29]سورۃالمائدۃ5: 89

[30]النسفی، عبداللہ بن احمد، تفسیرمدارك التنزیل، لاہور، مکتبہ العلم، س ن، ج2، ص68

[31]ابن العربي، أحكام القرآن، محمد بن عبد الله، دار الكتب العلمية، الطبعة: الثالثة، 1424 هـ 2003 م، ص157